قربانی کا واقعہ

تالیف

ندیم احمد انصاری

(خادم الفلاح اسلامک فاؤنڈیشن، انڈیا)

http://afif.in/

ناشر

الفلاح اسلامک فاؤنڈیشن انڈیا

تفصیلات

کتاب:قربانی کاواقعہ
مصنف: ندیم احمد انصاری (اسلامی اسکالروصحافی)
صفحات:12
ناشر: الفلاح اسلامک فاؤنڈیشن، انڈیا
ویب سائٹhttp://afif.in
ای میل:afif.in2008@gmail.com
فیس بک:fb.com/alfalahislamicfoundation
بلاگ: Alfalahislamicfoundation.blogspot.in

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تمہید

الحمد للہ و کفی و سلامٌ علی عبادہ الذین اصطفی، أما بعد:

قمری سال سے متعلق فضائل ومسائل اور واقعات وغیرہ پر راقم الحروف متعدد مضامین لکھتا رہا ہے، ان میں ایک طویل مضمون گذشتہ سال بہت پسند کیا گیا، جس کا عنوان تھا 'واقعۂ قربانی، قرآن کی زبانی'۔ جس میں خلیل اللہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خواب اور ذبیح اللہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی عاشقانہ فداواری کا قرآن مجید کی آیتوں اور ان کی تشریحات کی روشنی میں واضح ومفصل بیان ہے۔ بہ ایں وجہ بہت سے خطیبوں اور مقرروں نے اسے اپنی تقریر کی اساس بنایا اور عوام نے بھی اس پر قدر کا اظہار کیا، اور یہ مضمون راقم الحروف کی کتاب 'مومن اور اسلامی سال' کا جزو بھی بنا۔ اس وقت اسی طویل مضمون کو سہولت وافادۂ عام کی غرض سے مستقل رسالے کی شکل میں علاحدہ شایع کیا جا رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دست بستہ دعا ہے کہ اس مختصر سی خدمت کو راقم، اس کے والدین، اساتذہ وتلامذہ نیز محبین ومعاونین کے لیے صدقۂ جاریہ بنائے اور قبولیت سے نوازے۔

آمین

العبد ندیم احمد انصاری عفا اللہ عنہ

۵/ ذوالحجہ ۱۴۳۷ھ الموافق ۸/ اگست ۲۰۱۶ء

واقعۂ قربانی کو سمجھنے کے لیے پہلے ان حضرات کے بارے جاننا ضروری ہے، جن حضرات نے اس مبارک عمل کو پہلے پہل انجام دیا اور جن کی رسمِ عاشقی ہمارے لیے عبادت بنادی گئی۔ یہ واقعہ ہے حضرت ابراہیمؑ اور ان کے بیٹے حضرت اسماعیلؑ کا، پہلے ہم ان دونوں کے متعلق نہایت اختصار کے ساتھ چند باتیں عرض کر دیں، اس کے بعد اصل واقعے کو بیان کریں گے۔ ان شاء اللہ

عہدِ عتیق کے سفرِ تلوین میں ہے کہ ابوالانبیاء حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام سام بن نوح کی اولاد کے دسویں سلسلے میں تھے اور آپؑ کلدانیوں کے شہر 'اُور' میں پیدا ہوئے تھے، کہا جاتا ہے کہ یہ وہی شہر ہے، جو ولایت حلب میں اُوقار کے نام سے مشہور ہے، بعض تواریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؑ کوفہ کے شہر 'کوئی' میں پیدا ہوئے تھے، سفرِ تلوین سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کو جب کہ اُن کی عمر ۹۹ سال تھی، بشارت دی کہ وہ اُن کی نسل کو پھیلائے گا اور فلسطین کی سرزمین میں اس کی حکومت قائم کرے گا، نیز ان کا نام 'اِبرام' کے بجائے 'ابراہیم' قرار دیا۔ ابراہیم کا پہلا جزو 'اِب' عربی کا 'اَب' ہے، جس کے معنی 'باپ' ہیں اور 'راہیم' کلدانی زبان میں جمہور یا عوام کو کہتے ہیں، گویا ابراہیم کے معنی لوگوں کا باپ ہوئے، بعض نے یہ بھی لکھا ہے کہ ابراہیم 'اب راحمؔ' رحم کرنے والا باپ کی بدلی ہوئی شکل ہے، اس صورت میں دونوں جزو عربی ہوں گے۔

آپؑ کے والد یا چچا کا نام تارح یا آزر تھا، آپؑ کی قوم صابی یعنی ستارہ پرست تھی، مگر آپؑ کی فطرتِ سلیمہ نے بچپن ہی میں صائبیت ۔۔۔ جو کہ بُت پرستی ہی کی ایک شکل تھی ۔۔۔ سے انکار کر دیا اور ہر قسم کی ترغیب و ترہیب سے بے پروا ہو کر اعلان کر دیا کہ میں نے تو ہر طرف سے کٹ کر زمین و آسمان کے پیدا کرنے والے کی طرف اپنا رُخ کر لیا ہے، میں مشرکوں میں شامل نہیں رہ سکتا۔ یاد رہے کہ انبیاء کرامؑ معصوم ہوتے ہیں اور ان کی یہ عصمت ان سے پلک جھپکنے کے برابر وقت کے لیے بھی جُدا نہیں ہوتی۔ حق پرستی کے جُرم میں بادشاہِ وقت نے آپؑ کو آگ میں ڈال دیا، مگر بحکمِ الٰہی وہ آگ آپ کے لیے ٹھنڈک اور سلامتی بن گئی۔

اپنی قوم کی ہدایت سے مایوس ہو کر آپؑ نے عراق سے شام کی طرف ہجرت کی، شام سے آپؑ اپنی بیوی سارہ کو ساتھ لے کر بغرضِ تبلیغ مصر گئے، مصر سے پھر شام لوٹ آئے اور وہیں قیام فرمایا۔ شام کے قیام کے زمانے میں جب کہ آپؑ بوڑھے ہو گئے تھے، حضرت ہاجرہؑ جو کہ آپ کی بیوی حضرت سارہؑ کی باندی تھیں اور جنھیں اُنھوں نے آپؑ کو ہبہ کر دیا تھا اور آپؑ نے ان سے نکاح کر لیا تھا، ان کے بطن سے حضرت اسماعیلؑ پیدا ہوئے، پھر کچھ مدت کے بعد حضرت سارہؑ کے بطن سے حضرت اسحاقؑ کی ولادت ہوئی۔ حضرت ابراہیمؑ بہ حکمِ خداوندی اپنے پہلے اکلوتے بیٹے حضرت اسماعیلؑ کو ان کی والدہ حضرت ہاجرہؑ کے ساتھ حجاز کے اس چٹیل میدان میں چھوڑ آئے، جو یمن سے شام جانے والے قافلوں کی گزرگاہ تھی۔ اُن کی بھوک و پیاس دور کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے وہاں زم زم کا چشمہ جاری کیا، اس چشمے کی وجہ سے جُرہم کے قبیلے نے وہاں سکونت اختیار کی اور شہرِ مکہ کی آبادی کی بنیاد پڑ

گئی۔

حضرت ابراہیمؑ کبھی کبھی اپنی بیوی اور بچّے کو دیکھنے کے لیے مکہ آتے اور اس شہر کی آبادی اور اس کے باشندوں کی دینی و دنیوی خوش حالی کی دعا فرماتے رہتے تھے۔ جب حضرت اسماعیلؑ کچھ بڑے ہوئے تو حضرت ابراہیمؑ نے اُن کی مدد سے خدا کے مقدس گھر 'کعبہ' کو تعمیر کیا، پھر حضرت اسماعیلؑ ہی اس کے امام و متولی قرار پائے۔ حضرت اسماعیلؑ کا نکاح خاندانِ جرہم ہی میں ہوا تھا، آپؑ کی اولاد خوب پھلی پھولی اور انھیں کی ایک شاخ 'قریش' کہلائی اور قریش کے سب سے زیادہ معزز گھرانے بنو ہاشم میں خدا کے آخری نبی محمد ہاشمی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیدا ہوئے۔ حضرت ابراہیمؑ کے دوسرے صاحب زادے حضرت اسحاقؑ ملکِ شام ہی میں رہے، ان کی نسل سے بہت سے نبی پیدا ہوئے۔ حضرت یعقوبؑ ان ہی کے بیٹے تھے، جن کا دوسرا نام اسرائیل تھا، اسی لیے ان کی اولاد بنی اسرائیل کہلائی۔

حضرت ابراہیم علیہ وعلیٰ نبینا الصلوٰۃ والسلام کی ساری زندگی خدا پرستی، حق گوئی اور فدا کاری کا بہترین نمونہ ہے، اسی لیے قرآنِ کریم میں انھیں (حنیفاً مسلماً) سب طرف سے کٹ کر خدا کا ہو جانے والا اور اپنے آپ کو اس کے حوالے کر دینے والا جیسے اوصاف سے یاد کیا گیا ہے اور اسلام کو ملّتِ ابراہیمؑ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ آپؑ اپنے فضائل میں حضورِ اکرم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد سب انبیائے کرامؑ سے ممتاز ہیں۔[1]

حضرت ابراہیمؑ کی پوری زندگی یوں تو ابتلا و آزمائش سے گھری رہی اور اللہ تعالیٰ کے ہاں اپنے مقربین کا یوں ہی امتحان لیا جاتا ہے تاکہ کوئی نِرا دعویٰ نہ کر سکے لیکن ان آزمائشوں میں حضرت ابراہیمؑ ہر قدم پر تسلیم و رضا کا پیکر بنے رہے، جس کے نتیجے میں خیرِ

اُمم کو بھی اس برگزیدہ ہستی کے اتباع کا حکم دیا گیا۔ حضرت ابراہیمؑ کو بچپن ہی میں جب بادشاہِ وقت نے توحید کی بات پر جمے رہنے کے جُرم میں آگ میں ڈالا تھا، اس وقت بھی انھوں نے فرشتوں تک کی مدد لینے سے انکار کر کے صبر واستقامت کے ساتھ توحیدِ خالص کا ثبوت پیش کیا تھا، اس کے بعد بڑھاپے میں ملے ہوئے اکلوتے شیر خوار بیٹے اور نیک بیوی کو وادیٔ غیر ذی زرع میں چھوڑ کر مکمل تسلیم ورضا کا ثبوت فراہم کیا۔ اسی پر بس نہیں، جب وہ بیٹا قوتِ بازو بننے کے قابل ہوا تو خواب میں اللہ تعالیٰ کا حکم واشارہ پا کر اسے بھی اللہ کی راہ میں قربان کرنے کے لیے آمادہ ہو گئے۔ حضرت ابراہیمؑ کے یہ تمام واقعات اور خصوصاً بیٹے کی قربانی کا یہ واقعہ ہمیں یہی سبق دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہر حکم کو بلا چوں وچرا مان لینا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم پر جبینِ نیاز خم کر دینا ہی مسلمان کا شیوع ہے اور ہر سال عید الاضحیٰ وحج کے موقع پر اس خاندانِ خلیل اللہ کی ان عاشقانہ اداؤں کو دہرانے کا مقصد اسی جذبے کو موجزن کرنا ہے کہ کسی بھی حال میں اطاعت اور تسلیم ورضا کا دامن ہاتھ چھوٹنے نہ دیا جائے۔

معارف الحدیث میں ہے:

دس ذی الحجہ وہ مبارک تاریخی دن ہے، جس میں امتِ مسلمہ کے مؤسّس ومورثِ اعلیٰ سیدنا حضرت ابراہیم خلیل اللہ علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی دانست میں اللہ تعالیٰ کا حکم واشارہ پا کر اپنے لختِ جگر سیدنا حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ان کی رضامندی سے قربانی کے لیے اللہ تعالیٰ کے حضور میں پیش کر کے اور ان کے گلے پر چھری رکھ کر اپنی سچی وفاداری اور کامل تسلیم ورضا کا ثبوت دیا تھا اور اللہ تعالیٰ نے عشق ومحبت اور قربانی کے اس امتحان میں ان کو کامیاب قرار دے کر حضرت اسماعیل علیہ السلام کو زندہ وسلامت رکھ کر ان کی جگہ ایک

جانور کی قربانی قبول فرمالی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سر پر 'امامت' کا تاج رکھ دیا اور ان کی اس نقل کو قیامت تک کے لیے 'رسمِ عاشقی' قرار دے دیا، پس اِس دن کو اُس عظیم تاریخی واقعے کی حیثیت سے تہوار قرار دے دیا گیا، چوں کہ امتِ مسلمہ ملتِ ابراہیمی کی وارث اور اسوۂ خلیلی کی نمائندہ ہے، اس موقع پر یعنی دس ذی الحجہ میں پورے عالمِ اسلامی کا حج میں اجتماع اور اس کے مناسکِ حج میں قربانی وغیرہ اس واقعے کی گویا اصل و اول درجے کی یادگار ہیں اور ہر اسلامی شہر اور بستی میں عید الاضحیٰ کی تقریبات؛ نماز و قربانی وغیرہ اس کی گویا نقل اور دوم درجے کی یادگار ہیں، انھیں وجوہات کی بنا پر اس دن کو 'یوم العید' یعنی عید کا دن کہتے ہیں۔[۲]

آگے ہم قرآنِ کریم کی سورۂ صافات کی آیاتِ مبارکہ (۹۹ تا ۱۰۷) کے حوالے سے قربانی کا پورا واقعہ پیش کر رہے ہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے نصیحت لینے والا بنائے، آمین۔

ارشادِ ربانی ہے:

وَقَالَ اِنِّیْ ذَاهِبٌ اِلٰی رَبِّیْ سَیَهْدِیْنِ۔

اور ابراہیمؑ نے کہا کہ میں تو اپنے رب کی طرف چلا جاتا ہوں۔

یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب کہ آپؑ کے وطن میں آپ کے بھانجے حضرت لوطؑ کے سوا کوئی اور آپؑ پر ایمان لانے والا نہیں تھا اور یہاں رب کی طرف جانے سے مراد دارالکفر کو ترک کر کے کسی ایسے مقام پر جانا ہے، جہاں حقیقی رب کی عبادت سے روکنے والا کوئی نہ ہو۔ اس موقع پر حضرت ابراہیمؑ نے اپنی بیوی حضرت سارہ اور بھانجے حضرت لوطؑ

کے ساتھ عراق کے مختلف مقامات کا سفر طے کیا اور بالآخر شام میں سکونت اختیار کی، اس وقت تک آپؑ کے کوئی اولاد نہیں تھی، اس لیے آپؑ نے دعا فرمائی؛

رَبِّ هَبْ لِي مِنَ الصّٰلِحِيْنَ۔

اے میرے رب! مجھے کوئی نیک بیٹا عطا فرما۔

چناں چہ آپ کی یہ دعا قبول ہوئی اور آپ کو ایک نیک فرزند کی خوش خبری سنائی گئی، جیسا کہ ارشاد ہے؛

فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍ۔

پس ہم نے انھیں ایک حلیم المزاج بیٹے کی خوش خبری دی۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ایسے بیٹے کی آپؑ کو بشارت سنائی، جو کہ حلیم المزاج و صاحبِ برداشت ہو اور حلیم بھی اس درجے کا کہ باپ نے اپنے خواب سنا کر خود انھیں ذبح کرنے پر مشورہ کیا تو انھوں نے نہایت متانت کے ساتھ اس عظیم ترین امتحان کے لیے خود کو پیش کر دیا، جیسا کہ آگے آ رہا ہے۔

فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يٰبُنَيَّ اِنِّيْٓ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْٓ اَذْبَحُكَ۔

پس جب وہ (بیٹا اس عمر کو) پہنچا کہ ان کے ساتھ دوڑنے لگے، تو (حضرت ابراہیمؑ نے اس سے) کہا؛ میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ تم کو ذبح کرتا ہوں۔

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرتِ خلیلؑ نے یہ خواب تین راتوں تک مسلسل دیکھا اور یہ بات تو معلوم ہی ہے کہ حضراتِ انبیاء کرامؑ کا خواب بھی وحی ہوتا ہے، اس طرح حضرتِ خلیلؑ کو اپنے اکلوتے بیٹے کو ذبح کرنے کا حکم دیا گیا۔ نیز خواب کے ذریعے اس

حکم کے نازل ہونے میں یہ حکمت پوشیدہ تھی کہ خلیلؑ کی آزمائش تام ہو اور باوجود تاویلات کی گنجائش کے حضرت خلیلؑ اس پر سرِ تسلیم خم کر دیں، جو مزاجِ یار میں آئے۔

متذکرہ آیت میں فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْىَ کہہ کر حضرت ابراہیمؑ کی مشکلوں کی طرف بھی اشارہ فرمادیا کہ بڑھاپے کی اکلوتی اولاد جب ایسی عمر کو پہنچ گئی، جب کہ وہ اپنے باپ کی قوّتِ بازو بنے، اس وقت کہا جارہا ہے کہ اسے ہمارے حکم واشارہ پا کر قربان کردو۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنا خواب حضرت اسماعیل علیہ السلام کو بتلایا اور ارشاد فرمایا؛

فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى۔

توتم دیکھوتمھارا کیا خیال ہے؟

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ خلیل اللہ حضرت اسماعیلؑ کو بھی آزمانا چاہتے تھے کہ دیکھیں ابن خلیل کیا جواب دیتا ہے؟ ظاہر ہے کہ جس کا والد خلیل اللہ ہو اس کا فرزند بھی ذبیح اللہ ہی ہوگا، نیز اس طرح حضرت ابراہیمؑ نے حضرت اسماعیلؑ کو بھی حکمِ الٰہی کی تکمیل میں اپنا شریک کرلیا ورنہ عین ممکن تھا کہ ایسا نہ کیا جاتا تو آگے کا مرحلہ باپ بیٹے، دونوں کے لیے مزید دشوار ہوتا، اب بیٹے نے بھی خدا کی راہ میں قربان ہونے کے لیے حامی بھر دی اور ظاہر ہے کہ جسے خود آگے چل کر منصبِ نبوت پر فائز ہونا تھا، اس کا وہی جواب ہوسکتا تھا جو کہ حضرت ذبیح اللہ نے دیا؛

قَالَ يٰاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ۔

انھوں نے کہا؛ اے ابّا! آپ کو جو حکم دیا گیا ہے، آپ اسے کر گزریے۔

دیکھیے حضرت اسماعیلؑ میں سپاس گزاری اور ذہانت وغیرہ کی صفات کس درجے موجود تھیں کہ انھوں نے حضرت ابراہیمؑ کے خواب سنانے پر جواباً اسے اللہ کے حکم سے تعبیر کیا، اتنا ہی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم پر کامل رضا کا اظہار کیا اور اپنے والدِ بزرگوار کو اطمینان دلایا کہ

سَتَجِدُنِيٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ۔

اللہ نے چاہا تو آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔

اس جواب میں اوّل تو انھوں نے ادب کے ساتھ 'ان شاء اللہ' کا استعمال کیا، دوسرے خود کو اس عظیم ترین آزمائش پر صبر کرنے والا کہنے کے بجائے تواضع وانکساری کے ساتھ عرض کیا کہ جیسے اللہ کے اور بہت سے بندے صبر کرنے والے ہوئے ہیں، آپ انھیں میں مجھے بھی شامل پائیں گے۔ اس میں خود پسندی کا ادنیٰ شائبہ بھی موجود نہیں اور یہی اللہ کے نیک بندوں کی شان ہوتی ہے۔

فَلَمَّآ اَسْلَمَا۔

پس جب وہ دونوں جھک گئے (اللہ کے حکم کے آگے، اس لیے کہ اَسْلَمَا کے صحیح معنی جھک جانا ہی ہیں)۔

یعنی جب باپ بیٹے دونوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم کو پورا کرنے پر کمر کس لی۔۔۔ یہاں یہ جو ارشاد ہوا (لَمَّآ) یعنی 'جب' آگے اس کا جواب یعنی 'تب' کیا ہوا کا ذکر نہیں، جس سے یہ بتلانا اور جتلانا مقصود ہے کہ ان دونوں باپ بیٹے کا یہ معاملہ اس قدر محیر العقول اور حیرت انگیز ہے، جس کو الفاظ کے ذریعے نہیں سمجھا جا سکتا۔

الغرض! جب ان دونوں میں سے ایک نے اللہ کے لیے ذبح ہونے کا اور دوسرے نے ذبح کرنے کا پختہ ارادہ کرلیا، تو بعض روایات سے پتہ چلتا ہے کہ شیطان نے تین مرتبہ اللہ کے خلیلؑ کو بہکانے کی کوشش کی، جس پر انھوں نے ہر مرتبہ اسے سات کنکریاں مار کر بھگا دیا اور آج تک لاکھوں مسلمان ہر سال اسی یاد کو تازہ کرتے ہوئے حج کے موقع پر منیٰ کے میدان میں جمرات پر کنکریاں مارتے ہیں۔

وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ۔

اور (باپ نے بیٹے کو) پیشانی کے بَل لٹا دیا۔

حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ اس طرح کروٹ کے بَل لٹایا کہ پیشانی کا ایک کنارہ زمین سے لگ گیا اور لغت کے اعتبار سے یہی تفسیر راجح ہے، اس لیے کہ عربی زبان میں پیشانی کی دونوں کروٹوں کو جبین اور پیشانی کے درمیانی حصّے کو جبہہ کہتے ہیں۔ اس کے بعد حضرت خلیل اللہ نے نبوّت کا پورا زور ڈال کر اور چھری تیز کر کے اپنے رب کے حکم کو پورا کرنے کی ہر ممکن کوشش کی لیکن دوسری طرح چھری کو یہ اجازت نہ تھی کہ اسماعیلؑ کا ایک رونگٹا بھی کاٹے، جیسا کہ مفسرین نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے حضرت اسماعیلؑ اور چُھری کے درمیان پیتل کا ایک ٹکڑا حائل کر دیا اور یہ باپ بیٹے یوں ہی اللہ تعالیٰ کے حکم کو پورا کرنے میں مشغول تھے، یہاں تک کہ

وَنَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰۤاِبْرٰهِيْمُ۔

اور ہم نے انھیں پُکارا: اے ابراہیم!

حضرت ابراہیمؑ نے نظر اٹھا کر دیکھا تو حضرت جبرئیلؑ ایک مینڈھا لیے کھڑے

ہیں، جس کے متعلق کہا گیا ہے کہ یہ وہی مینڈھا تھا جس کی قربانی حضرت آدمؑ کے بیٹے ہابیلؑ نے پیش کی تھی۔ حضرت ابراہیمؑ سے وہ مینڈھا ذبح کروایا گیا اور ارشاد ہوا؛

قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا۔

تم نے اپنا خواب سچا کر دکھایا۔

اس کا ایک مطلب تو یہ ہوسکتا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے اس حکم کو پورا کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی، اس لیے ایسا کہا گیا اور دوسرا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ خواب میں حضرت اسماعیلؑ کو ذبح کرتے ہوئے ہی دیکھا تھا نہ کہ انھیں پورے طور پر ذبح ہوتے ہوئے، جیسا کہ آیتِ مبارکہ کے ظاہر الفاظ سے اشارہ ملتا ہے۔ اس کے بعد اس عظیم ترین امتحان کا نتیجہ بھی یوں ظاہر کیا گیا؛

اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ۔ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِيْنُ۔

ہم نیکوکاروں کو ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں، بے شک! یہ صریح آزمائش تھی۔

واقعی ان باپ بیٹوں کا اپنے تمام تر جذبات کو بالائے طاق رکھ کر اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھنا، اس سے بڑی اور کیا آزمائش ہوسکتی ہے، پھر وہ تو اس بات کو جانتے بھی نہ تھے کہ عین موقع پر اللہ تعالیٰ بیٹے کی جگہ جانور کو فدیہ بنا دیں گے لیکن ارشادِ ربانی ہوا؛

وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ۔

اور ہم نے ایک بڑی قربانی کو ان کا فدیہ (بنا) دیا۔

اس ذبیحے کو عظیم کہنے کی وجہ یہ ہے کہ براہِ راست اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسے بھیجا

گیا تھا۔[۳]

یہ ہے قربانی کا وہ واقعہ جو حضرت ابراہیم واسماعیل علیہما السلام کی مبارک زندگی میں پیش آیا اوران دونوں نے برضا ورغبت اس عظیم ترین امتحان میں کامیابی حاصل کر رہتی دنیا تک کے لیے یہ معیار قائم کردیا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کو پورا کرنے میں اپنی جان اور جاں سے زیادہ عزیز کسی شئے کی بھی کوئی پروانہیں کرنی چاہیے۔اللہ تعالیٰ ہمارے اندر بھی یہ جذبہ پیدا فرمادے۔آمین

حوالہ جات:

[۱] قاموس القرآن:24-22 بتصرف

[۲] معارف الحدیث:397-3/396 ملخصاً

[۳] بامداد معارف القرآن و ہدایت کے چراغ وغیرہ

مرتِّب کی چند دینی، علمی، تحقیقی و ادبی کاوشیں

۱	صومِ محمود	روزے کے مسائل پر مختصر رسالہ
۲	تعلیمِ اسلام	عقائد، عبادات اور سیرت و سنت پر جامع نصاب
۳	مومن اور اسلامی سال	قمری مہینوں سے متعلق اسلامی احکام کا انتخاب
۴	قرآنیات	قرآن مجید سے متعلق دس علمی رسائل کا مجموعہ
۵	رسائل ابن یامین	احناف کے دس اہم مسائل پر مدلل رسائل
۶	رسائل محمودیہ	مختلف موضوعات پر علمی و تحقیقی رسائل
۷	معارفِ دعوت و تبلیغ	دعوت و تبلیغ سے متعلق آیات کی تفسیر
۸	نورِ ہدایت	۲۰۱۵ء تک کے دینی و مذہبی مضامین کا انتخاب
۹	فکر و نظر	۲۰۱۵ء تک کے ملّی و سماجی مضامین کا انتخاب
۱۰	ذوقِ ادب	مختلف عنوانات کے تحت لکھے گئے دس ادبی مضامین